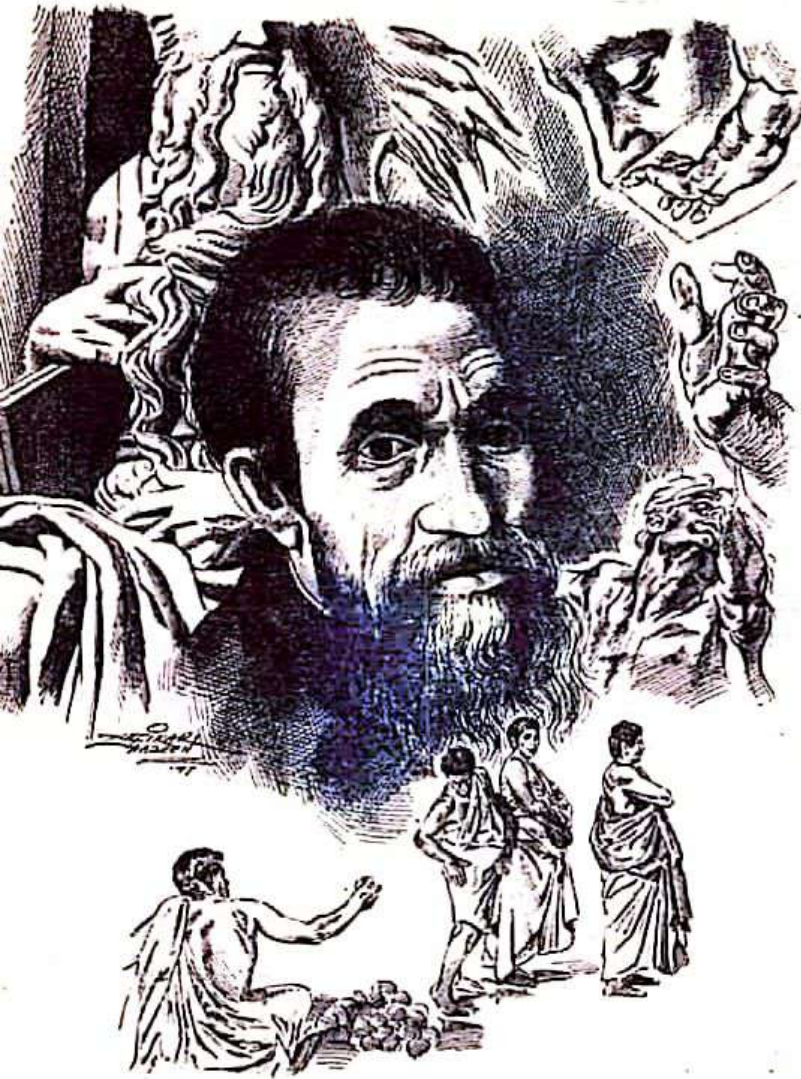


منفرد اور ممتاز گلے زار کہ ایک  
دستاویز ہے / تجرباتی کہانے

دنیا کے ایک نامور مصور کہ روداد  
وہ برسوں تک عیسائی کے حواری  
یہودا کے تلاش میں بھٹکتا رہا۔

## مائل انجلو

اُردو ادب کا عطر  
دوسرے منتخب کہانے



ایک چہرہ دوسرے سے نہیں ملتا اور تمہیں اپنی تصویروں کے  
لیے شکلیں نہیں ملتیں، ماڈل نہیں ملتے اور چار مہینے سے تم یہودا  
کے لیے..... اس کی بات ادھوری رہ گئی، انجلو سینٹ  
پیٹرز سے باہر چلا گیا۔

پوپ جو لیس، انجلو کے مزاج سے واقف تھا۔ یہ پانچواں  
سال تھا۔ پانچ سال سے انجلو سینٹ پیٹرز کے سٹائن چپیل کے  
گنبد اور دیواروں پر پرانے اور نئے عہد نامے کے اہم واقعات  
منقش کر رہا تھا اور اب آخر آخر میں آکر جو لیس، انجلو کے ساتھ  
کوئی بد مزگی پیدا نہیں کرنا چاہتا تھا۔ جو لیس ثانی کو یاد تھا کہ انجلو  
نے پُرچ آف ہولی اسپرٹ کے لیے جب لکڑی پر یسوع  
کا کروی فکس Crucifix (حضرت عیسیٰ کی مصلوب تصویر)

فلورنس سے آئے ہوئے مائل انجلو کو پھر پانچ سال  
ہو چلے تھے۔ وہ اُوبے لگا تھا روم سے۔ ”روم میں چہرے نہیں  
ملتے، چہروں پر کردار نہیں ملتے۔ سب ایک ہی سے لگتے ہیں۔“  
اس نے پوپ جو لیس ثانی سے کہا۔

”میرے چہرے پر تمہیں کیا نظر آتا ہے؟“ جو لیس نے پوچھا۔  
”ایک جلتی ہوئی موم جی۔“

جو لیس ایک وقفے کے بعد مسکرا دیا، انجلو کی کڑوی باتوں  
کا وہ عادی تھا۔ ”ہاں میں جانتا ہوں، تم کیا کہنا چاہتے ہو۔ ان  
ہزاروں بے صورت موم بتیوں میں جلتی ہوئی ایک موم جی  
جنہیں لوگ عبادت کے وقت گرجے کے آئینے پر جلا جاتے  
ہیں۔“ انجلو چپ رہا۔ ”حیرت ہے، خدا کی اتنی بڑی دنیا میں،

سب رنگ میں اردو کے ہندوستانی ادیب، شاعر، فلم ساز اور ہدایت کار جناب گل زار کی ایک مختصر کہانی  
'ہمل دا' آپ کے ملاحظے سے گزری ہوگی۔ 'ہمل دا' باقاعدہ ایک کہانی تھی اور ہندوستان کے مشہور فلم کار  
ہمل رائے کا سوانحی خاکہ بھی۔ گل زار نے اردو میں سوانحی طرز کی کہانیوں کے کچھ دل آویز تجربے کیے ہیں۔  
زیر نظر کہانی اسی سلسلے کا حصہ ہے۔ یہ تحریر اٹلی میں پیدا ہونے والے دنیا کے نامور مصور اور سنگ تراش  
مائیکل اینجلو سے متعلق ہے اور اُس دور کا احاطہ کرتی ہے جب وہ سسٹائن گرجا منقش کر رہا تھا۔ مناسب معلوم  
ہو کہ مائیکل اینجلو کے مزید حالات و واقعات پر مشتمل چند تعارفی سطروں کی اشاعت گل زار کی کہانی کے اثر  
و تاثر کے لیے مستزاد ہوگی۔ مدیر



6 مارچ 1475ء، ملک اٹلی، شہر فلورنس سے چالیس میل دور ایک سبزہ زار کوہ سار قصبے کیہرس میں قصبے کے میٹر، لڈووک لینارڈو اور فرانسیسکا کے ہاں مائیکل اینجلو پیدا ہوا۔ اسی سال سارا خاندان کیہرس قصبے کو خیرباد کہہ کے شہر فلورنس میں آباد ہو گیا۔ مائیکل کی عمر ابھی 6 سال تھی کہ ماں چل بسی اور ابتدائی نگہ داشت کے لیے اسے ایک سنگ تراش کی بیوی کے سپرد کر دیا گیا۔ خاندانی سلسلہ بادشاہوں سے ملتا تھا، خصوصاً کاؤنٹ کنوسا سے۔ باپ کو فنون سے کوئی رغبت نہیں تھی لیکن بیٹا کاغذوں، رنگوں، قلم، موقلم، چاقو، جھینی، لکڑی، دھاتوں اور پتھروں سے کھیلنے لگا تھا۔ تعلیم میں اس کا جی نہیں لگا۔ وہ تو شکلیں تراشتا رہتا تھا۔ 13 سال کی عمر میں تعلیمی سلسلہ منقطع ہو گیا۔ باپ نے اس کے اصرار پر بہ اکراہ فلورنس کے ایک مجسمہ ساز ڈومی نکو کے پاس بھیج دیا۔ یہاں بھی اس کی سیری نہ ہوئی۔ کچھ دنوں بعد ہی اس نے اپنے وقت کے نام ور مجسمہ ساز مصوٰر لورینزو کے ادارے میڈیسی گارڈن کا رخ کیا۔ لورینزو نے اپنے نوخیز شاگرد کا اضطراب اور جوہر پنہاں پہچان لیا تھا۔ وہ اسے اپنے بچوں کی طرح عزیز رکھنے لگا، کچھ اس کی سفارش، کچھ خود مائیکل کے شوق فراوان کا صدق، حکومت نے بساطِ فن کے اس نوآموز کے لیے قلیل رقم کا ایک وظیفہ جاری کر دیا۔ اس وقت مائیکل کی عمر 15 سال تھی۔ اس نے لورینزو کے نگارخانے میں بہت سے ملبوس اور برہنہ مجسمے تراشے اور تصویریں، کینوس اور دیواروں پر نقش کیں۔ صبح و شام سے اسے کوئی سروکار نہ رہا، اس کے پاس دو ہی کام تھے، مطالعہ اور نقاشی۔ مصوٰری، شاعری اور موسیقی ایک ہی سلسلہ جمال و احساس، خیال و اظہار کی کڑیاں ہیں اور کوئی خیال آفریں نہ ہو تو کچھ بھی نہ ہو۔ وہ شعر بھی کہنے لگا تھا اور شاعر اعظم دانٹے سے بے طرح متاثر تھا۔ نوجوانی ہی میں اس کے تخلیقی کرشموں کے چرچے اٹلی کے گلی کوچوں میں ہونے لگے تھے۔

1504ء میں اسے پلازویکیو کے عظیم الشان کونسل ہال کی دیوار پر تصویریں بنانے کا کام سونپا گیا۔ کونسل کی دوسری دیوار اُس وقت کے ایک اور مایہ ناز، اٹلی کے سرمایہ افتخار مصوٰر، مونالزا کے خالق لیونارڈو ڈاونچی کے سپرد کی گئی۔ ایک دیوار ڈاونچی نے جنگی مناظر، گھوڑوں اور شہ سواروں کی تصویروں سے مزین کی، دوسری دیوار مائیکل اینجلو نے نیم برہنہ اور برہنہ سپاہیوں کے نقوش سے آراستہ کی۔ دونوں ہی دیواریں مغربی مصوٰری کا معیار تسلیم کی جاتی ہیں اور دنیا بھر کے مصوٰروں کے لیے زیارت گاہ کا درجہ رکھتی ہیں۔

اس زمانے میں دو ادارے اقبال و اقتدار کا سرچشمہ تھے، کلیسا اور حکومت۔ دونوں کی باہمی رنجش و رقابت نے جنگ کی صورت اختیار کر لی تھی۔ 1505ء کی بات ہے۔ مائیکل کی عمر تیس سال تھی۔ پوپ جولینس نے اسے روم آنے کی دعوت دی اور اپنے لیے ایک عظیم مقبرہ بنانے کا حکم دیا۔ عمارتوں کی تشکیل و تعمیر میں بھی مائیکل اینجلو غیر معمولی درک رکھتا تھا۔ اس نے مقبرے کا خاکہ پوپ کی خدمت میں پیش کیا۔ پوپ کی پسندیدگی اور منظوری کے بعد مائیکل نے ایک خاص قسم کے پتھروں کے حصول کے لیے سودا طے کر لیا۔ روم میں اس کے قیام کے آٹھ نو ماہ بعد پتھروں کی پہلی کھیپ جب بحری راستے سے روم آگئی تو اس نے ویٹے کن شہر آ

”اوں؟“ اس نے چونک کر دیکھا پوپ کی طرف۔ ”آیتوں کی پٹیاں کھول رہا ہوں۔“

جولینس ٹائی جانتا تھا کہ وہ کیا کہہ رہا ہے۔ ان اینٹ گارے کی، پچونے سے بنی ہوئی دیواروں میں وہ چہرے ڈھونڈ رہا تھا۔ یسوع کا چہرہ، مریم کا چہرہ، پطرس، یوحنا اور یسوع کا چہرہ۔ وہ لوگ جن کے ہاڈماس کے پاؤں تو نظر آتے تھے لیکن چہرے بائیبل کی آیتوں میں لپٹے ہوئے تھے۔

جبرئیل کی صورت کے کئی خاکے اس نے کاغذوں پر بنائے تھے۔ جولینس نے پوچھا تھا۔ ”جبرئیل کا خاکہ کیسے بنایا تم نے؟ وہ تو اس خاکہ دنیا سے نہیں ہے۔“

”اس کی آواز سنی تھی پرانے عہد نامے میں۔“

”تو پھر خدا کی آواز بھی سنی ہوگی تم نے؟“ جولینس نے

تراشا تھا تو اس کا ماڈل وہ نوجوان تھا جس کا ہولی اسپرٹ مونٹیری میں اچانک انتقال ہو گیا تھا۔ اینجلو کی وجہ سے وہ جنازہ بار اگھنے دیر سے اٹھا تھا۔

وہ برمانتے نہیں تھا جو تخیل سے کردار پیدا کرتا تھا اسی لیے برمانتے کے کرداروں کے خط و خال ہمیشہ ایک ہی طرز کے لگتے تھے۔ بقول میدیسی وہ ایک ہی خاندان کے لگتے تھے۔ برمانتے کو ہٹا کر اسے پھر اینجلو سے سمجھوتا کرنا پڑا۔

پانچ سال پہلے جب مائیکل اینجلو، روم لوٹا تھا تو گھنٹوں سینٹ پیٹرز کے گنبد کے نیچے لیٹ کر آپ ہی آپ کچھ بڑبڑایا کرتا، کچھ بولتا رہتا۔ جولینس کو اس کی ذہنی حالت پر شک ہوا۔ ایک بار اس نے بہت پاس جا کر سنا تو وہ بائیبل کے کچھ وعظ دہرا رہا تھا۔ ”یہ کیا کر رہے ہو اینجلو؟“



کے مقبرے کی تعمیر کی بنا ڈالی، اچانک اسے پوپ کے ارادے کی تبدیلی کی اطلاع دی گئی۔ یہ منسوخی نازک طبع مائیکل کو بہت گراں گزری۔ پوپ کے ارادے کی تبدیلی کے متعلق طرح طرح کی داستانیں مشہور ہیں۔ سنا ہے لوگوں نے اسے مشورہ دیا تھا کہ زندگی میں اپنا مقبرہ بنوانا بدشگونی ہے۔ کچھ کا خیال ہے کہ مائیکل اینجلو سے عناد رکھنے والے پوپ کے کسی قریبی معمار نے اسے بدظن کیا تھا۔ کچھ کہتے ہیں کہ پوپ ان دنوں فوجی منصوبہ بندی میں الجھا ہوا تھا۔ وسطی اٹلی کے چند شہر دوبارہ چرچ میں شامل کرنے کا سودا کلیسائی ارباب اختیار کے سر میں سما گیا تھا۔ کوئی ایک وجہ ضرور ہوگی کہ پوپ نے مقبرے کی تعمیر رکوادی اور فرمان جاری کیا کہ مائیکل اب سسٹائن گرجا کے اندرونی حصے پر مصوری کرے۔ پوپ کی تلون مزاجی اور مقبرے کے لیے پتھر کی ترسیل کے اخراجات کی عدم ادائی سے مائیکل بہت دل برداشتہ ہو گیا تھا۔ اس دوران میں کلیسا کی طرف سے اس کے بارے میں گونجتی افواہوں اور خبروں نے اسے اور مضطرب و منتشر کیا۔ اسے اپنی زندگی خطرے میں محسوس ہونے لگی تھی۔ وہ ایک روز فلورنس بھاگ آیا۔ یہ بے ادبی تھی۔ پوپ کے مزاج خسروانہ کے لیے یہ گستاخی سبکی کا باعث ہونی چاہیے تھی۔ اسے آٹے دن دھمکیاں ملنے لگیں کہ بہتر ہے، وہ روم واپس آجائے۔ پوپ کی جانب سے مائیکل کی روم واپسی اور بارگاہ میں طلبی کے احکام میں جس قدر شدت آتی گئی، مائیکل کی وحشت اتنی ہی سوا ہوئی۔ ایک موقع ایسا بھی آیا کہ اس نے قسطنطنیہ کے سلطان کے ہاں پناہ لینے کا فیصلہ کر لیا لیکن فلورنس کے حکام اور اس کے مداحوں نے اسے جانے نہیں دیا۔ انہوں نے اسے روم واپسی کی صورت میں جان بخشی کی ضمانت دی اور باور کرایا کہ پوپ کی ناراضی سارے فلورنس شہر کے لیے عتاب ناگ ہو سکتی ہے۔ یہی چارہ رہ گیا تھا کہ مائیکل سرنگوں، دست بستہ، گردن میں روایتی طوق غلامی ڈال کے پوپ کے دربار میں حاضر ہو، 1506ء نومبر کے مہینے میں یہ تاریخی سانحہ پیش آیا اور یوں کہیں مائیکل کو ذہنی آزادی نصیب ہوئی۔

دوبارہ اپنے بکھرے ہوئے حواس و اعصاب مجتمع کرنے اور کام میں منہمک ہو جانے میں اسے کچھ وقت لگا۔

پوپ جولیس کی خواہش کے مطابق سسٹائن کے گرجا کی جہت متش کرنے کا کام اسے سونپ دیا گیا تھا۔ چار سال میں یہاں اُس نے غیر معمولی تصویریں بنائیں۔ یہ 350 تصویریں ایک ہزار اسکوائر فٹ کے رقبے پر محیط تھیں۔ مصوری کے ناقدوں کی رائے میں فلورنس شہر میں نصب سنگ مرمر سے بنایا ہوا حضرت داؤد کا مجسمہ، مجسمہ سازی کے فن کا کمال ہے۔ حضرت موسیٰ کے مجسمے کا شمار بھی مائیکل اینجلو کے یادگار مجسموں میں ہوتا ہے۔ ڈاونچی کی بنائی ہوئی میڈونا کی مشہور زمانہ تصویر کی طرح، کانسی سے تراشا ہوا مائیکل اینجلو کا وہ مجسمہ بھی ناقدین، فن کا اعجاز قرار دیتے ہیں، جس میں میڈونا گھٹنوں پر اپنے بیٹے کو لیے بیٹھی ہے۔ یہ مجسمہ ماں اور بیٹے کی تمام ترکیفیات کا مظہر ہے۔

نو عمری میں اسکول کے ایک ساتھی طالب علم سے اُس کا جھگڑا ہو گیا تھا۔ اُس لڑکے کے مٹکے کی کسی شدید ضرب سے اُس کی ناک ٹیڑھی ہو گئی اور یہ سقم کبھی ٹھیک نہ ہو سکا۔ مائیکل کا چہرہ پہلے جیسا نہ رہا تھا۔

ہوا چہرہ۔ کاغذ پر اس نے بہت سے اسکیز بنائے تھے اس چہرے کے۔ اس رات اس نے چو لھے کے سامنے بیٹھی ماں سے کہا بھی تھا۔ ”تو نے یسوع کو جنم کیوں نہیں دیا؟“

”اس لیے کہ تیرا باپ مل گیا تھا۔ وہ دیکھ، شراب پی کے دھت پڑا ہے۔ چا، سنبھال اسے۔“

اپنے باپ کو دکھانے کے لیے اُس نے، اسی وقت ایک گتے پر بڑا سا کچ بکرا کر اس کے پلنگ پر لٹکا دیا تاکہ وہ دیکھ لے کہ پینے کے بعد وہ کیا لگتا ہے۔ نیچے لکھا تھا۔ ”باپ! اگر تُو یہ نہ ہوتا تو ماں مریم ہوتی۔“

اس کی ماں کو وہ کچ بہت پسند آیا، ہمیشہ اپنے پاس رکھا۔ آخر تک اس سے کہتی رہی۔ ”ایسا ہی ایک بت بنادے تا باپ کا، بہت معصوم لگتا ہے۔“

مذاق کیا۔

”اس کی خاموشی سنی تھی!“

جولیس کو یقین ہو گیا کہ اس نے صحیح مصوّر کا انتخاب کیا ہے۔ ”سکی ہے!“ اس نے ویٹی کن کمیٹی سے کہا۔ ”لیکن سٹائن چپیل کی نقاشی صرف وہی کر سکتا ہے۔“

مریم کا ماڈل اینجلو نے اپنی ماں سے چُنا تھا، اور اس روز چُنا تھا جس دن اس نے اپنی ماں کو ایک بانس پر پانی کے دو ڈول لٹکا کر کندھوں پر اٹھاتے دیکھا تھا۔ ایسی ہی کوئی توانا عورت ہو گی جس نے نبی کا بوجھ اپنی کواکھ میں سنبھالا ہو گا..... آگ جلا کر جب اس کی ماں، اس کے باپ کے نہانے کے لیے پانی گرم کر رہی تھی تو اس نے بہت غور سے اپنی ماں کا تہمتا ہوا چہرہ دیکھا تھا۔ آگ کی لپٹوں کے پیچھے، دکھتا ہوا، سرخ، گرم، کندن کی طرح پتا

سنبھنگ



اس سانحے نے اُس کی طبیعت میں حُزن و ملال کا عنصر گہرا کر دیا۔ تمام عمر وہ ایک بے نام سی فسردگی میں گہرا رہا اور تمام عمر پری جمالوں کے اندام، عارض و رخسار تراشتا رہا اور ستم یہ کہ خود پری جمالوں سے دُور رہا۔ اُس کی زندگی عشق سے عاری رہی مگر ایک عشق کے بعد دوسرے کے لیے مہلت کہاں ملتی ہے۔ کوئی لیلیٰ اور شیریں بھی عاشقی کے لیے لازم نہیں۔ اُس نے شادی بھی نہیں کی۔ بر ملا کہتا تھا، میرا فن ہی میری محبوبہ ہے۔ میں نے اس سے شادی کر لی ہے۔ کسی خط میں اُس نے اپنے ایک عزیز کو لکھا تھا کہ میرا کوئی دوست نہیں، میرے پاس اتنا وقت ہی نہیں کہ برباد کر سکوں اور شاید کوئی ہم دم و ہم راز ملنے کی دیر تھی کہ مائیکل خود پر قابو نہ رکھ سکا۔ 1532ء میں ایک نوجوان توماسو سے اس کی ملاقات ہوئی، پھر 1536ء میں ویٹوریا کولونا سے۔ دونوں ہی اس کے نفس ناطقہ، عزیز از جاں بن گئے۔ ان دونوں سے دوستی عاشقانہ تیور لیے ہوئے تھی۔ مائیکل کو ان کے بغیر جین نہیں آتا تھا۔ یہی دونوں نہیں، باب، بھائی اور اکلوتے بھتیجے سے محبت میں بڑی شدت تھی۔ اپنے آبا کی شاہی نسبتوں پر اُسے بڑا ناز تھا۔ خاندان کی عزت و ناموس بڑھانے کے لیے وہ ابتدا ہی سے بے قرار رہنے لگا تھا۔ گھر کے لوگوں سے دُور رہ کے وہ ان میں کسی نہ کسی طور شامل رہا۔ خاندان کے مختلف افراد کے نام، اُس کے خطوط سے اس وارفنگی و شیفتگی کا اظہار ہوتا ہے۔

گزرے ہوئے کسی عہدِ باریہ کی منظر کشی کے لیے مصوّر اور سنگ تراش کو وسیع مطالعہ اور فکر و نظر چاہیے۔ استادِ زمانہ سے بہت کچھ بدل جاتا ہے، بود و باش، رفتار، گفتار اور حرکات و سکنات بھی۔ مائیکل اینجلو نے پندرہ صدیوں بعد عیسائیت کے آغاز کے مناظر پورے اہتمام سے نقش کیے ہیں۔ اُس نے کینوس، دیواروں اور پتھروں پر تاریخ رقم کی ہے یا یوں کہیے کہ زندہ کی ہے۔ ہر سال دنیا کے کونے کونے سے لاکھوں مشتاقان فن فلورنس اور روم میں مائیکل اینجلو کی شاہ کار تصویروں اور مجسموں کا نظارہ کرتے ہیں اور جزئیات نگاری دیکھتے رہ جاتے ہیں۔ وہ ایک صاحبِ دیوان شاعر تھا۔ بعد میں اُس کے دوستوں نے اپنے مثال آفریں محبوب کے کلام کی اشاعت کا بندوبست کیا۔ صاحبانِ نقد و نظر کی متفقہ رائے میں اُس کا کلام خاصے کی چیز ہے۔

18 فروری 1564ء کو 69 سال کی عمر میں وہ دوستوں کے ہم راہ تھا اور اپنے عزیز ترین دوست توماسو کے زانو پر سر رکھے ہوئے گھڑیاں گین رہا تھا۔ چراغ کی لوٹمٹا رہی تھی، کہنے لگا۔ ”اپنی روح کے سکون کے لیے میں کچھ زیادہ نہ کر سکا۔ اب جب کہ اپنے فن کی ایجاد سے واقف ہوا ہوں، زندگی مجھ سے رُوٹھ رہی ہے۔“ چراغ کتنا ہی ہواؤں کی زد سے دُور ہو، لو کی تابِ استقامت بھی تو شرط ہے۔ دو دن پہلے اُس نے فلورنس میں دفن ہونے کی خواہش کی تھی۔ روم والے آمادہ نہیں ہوئے۔ انہوں نے اُسے پورے فوجی و شاہی اعزاز سے روم میں سپردِ خاک کیا لیکن مائیکل کے جاں نثار بھتیجے نے خود کو داؤ پر لگا کے کسی نہ کسی طرح اپنے نادرہ کار، عجبوۂ روزگار چچا کا جسدِ خاکی چوری کر لیا اور فلورنس اسمگل کرنے میں کام یاب رہا۔ فلورنس میں مائیکل اینجلو کی قبر سے ملحق اُس کا تخلیق کیا ہوا مجسمہ بھی نصب ہے جو بولتا نہیں مگر اپنی عظمتوں کے اظہار پر قادر ہے۔

سال بعد جب میڈونا آف برجیس کا بت بنایا تو نئے یسوع کے لیے اُسی بچے کا ماڈل استعمال کیا، چھوٹا سا ننگا یسوع۔

وہی دن تھے جب پہلی بار مائیکل اینجلو کو پوپ نے سینٹ پیٹر کے سٹائن چپل میں پرانے اور نئے عہد نامے کی تمثیلیں منقش کرنے کے لیے کہا۔ اینجلو صرف اس لیے ملاقات کو روم پہنچ گیا کہ اٹلی کا ہر مصوّر اور سنگ تراش اس کام کے لیے سر دھڑ کی بازی لگانے کو تیار تھا۔ تاریخ میں لافانی ہو جانے کے لیے یہ ایک کام ہی کافی تھا لیکن مائیکل اینجلو کے لیے لافانی ہو جانا ہی کافی نہیں تھا، اس فانی زندگی کے لیے بھی اس کی کچھ شرائط تھیں۔ اسے سنگ مرمر کے لیے رقم کی ضرورت تھی۔ پوپ جو لیس فانی نے وعدہ تو کیا لیکن رقم نہیں دی۔ ”تمہیں پتھر سے کیوں اتنا لگاؤ ہے؟ رنگوں سے کیوں نہیں؟“

اور وہ ہمیشہ یہی کہہ کے ٹالتا رہا۔ ”کوئی سنگ مرمر ہی نہیں ملتا جس کا کردار میرے باپ سے میل کھاتا ہو۔“

بہت سال پہلے کی بات ہے۔ ان دنوں وہ ’بولوگنا‘ میں رہتے تھے۔ گلی کے ٹکڑے خانہ اس کا مخصوص اڈا تھا اور وہی اڈا اس کے باپ کا تھا۔ باپ مے خانے کے اندر بیٹھ کر پیتا اور اینجلو بوتل لے کر مے خانے کے باہر آکر بیٹھ جاتا، سامنے بیٹھے خوانچے والے سے بار بار گرم مونگ پھلیاں خرید کے کھاتا رہتا۔ خوانچے والا جتنی بار مونگ پھلی تولتا، کچھ دانے خوانچے سے زمین پر گر جاتے اور سامنے کھڑا ایک ننگا بچہ ہر بار اٹھا کر انہیں خوانچے میں واپس رکھتا اور ایک دانہ منہ میں ڈال لیتا پھر اگلے گاہک کا انتظار کرتا۔ اسی تماشے کے لیے اینجلو بار بار مونگ پھلی خریدتا۔ بچے کے بہت سے خاکے بنائے تھے اس نے، اور کئی



## اشراف

ساجیات کے ایک ماہر نے مدراس کے اخبار ”ہندو“ کے شمارہ 24 دسمبر 1932ء کے حوالے سے ایسی ناپاکی کا تذکرہ کیا ہے جو محض اچھوت کو دیکھنے سے ہو جاتی ہے۔

ضلع تنے والی میں نظر نہ آنے والے لوگوں کا ایک گروہ ہے جنہیں پرادوانا کہا جاتا ہے، انہیں دن میں باہر آنے کی اجازت نہیں ہے کیوں کہ ان کے دیکھنے سے بڑی ذات کے لوگ ناپاک ہو جاتے ہیں۔ ان میں سے کچھ لوگ جو دوسری ذات والوں کے کپڑے دھوئے ہیں، آدمی رات سے طلوع صبح تک کام کرتے ہیں، انہیں بڑی مشکل سے دن کے وقت انٹرویو کے لیے باہر نکالا گیا۔ سزاؤں کا اجرا اور ٹیکسوں کا نفاذ بھی فرد کی ذات کے تعلق سے ہوتا ہے۔ برہمن تمام ٹیکسوں سے مستثنیٰ تھا۔ برہمن کی شخصیت اور اس کی جائیداد مقدس تھی۔ کوتلیا نے تو مختلف ذاتوں کے لیے قرض پر سود کی مختلف شرحیں لکھی ہیں۔ برہمن پر صفر فی صد، کھتری پر 4 فی صد دیشیہ پر 4 فی صد اور شودر پر 5 فی صد۔ دنیا میں جو کچھ موجود ہے، برہمن اس کا حق دار ہے۔ درحقیقت ہماری دنیا برہمن کی جائیداد ہے اور شودر صرف برہمن کی خیرات پر زندہ ہیں۔ مہابھارت کہتی ہے کہ شودر کو کوئی بھی جائیداد نہیں رکھنی چاہیے کیونکہ اس کا مالک (برہمن) جب چاہے گا، اس پر قبضہ کر لے گا۔ قانونی مقدمات کے سلسلے میں کہا گیا ہے کہ کسی برہمن اور غیر برہمن کے درمیان جھگڑے کی صورت میں ثالث یا گواہوں کو لازمی طور پر برہمن کی تائید میں بولنا چاہئے۔ شت پت برہمن کے مطابق صرف برہمن کا قتل ہی اصل قتل ہے۔ بحریہ کے مطابق برہمن کا قتل کسی اور انسان کے قتل کی نسبت زیادہ وحشیانہ جرم ہے۔

دوسری طرف منو کہتے ہیں کہ برہمن اگر شودر کو قتل کر دے تو یہ قتل محض کسی بلی، نیولے، پرندے، مینڈک، چھپکلی، اُلویا کوئے کے قتل کے برابر ہوگا۔ بادشاہ کو چاہیے کہ برہمن کو ہر گز سزا نہ دے، خواہ وہ ممکنہ جرائم میں ملوث ہی کیوں نہ ہو۔ اس کے بجائے اسے اپنی پوری جائیداد اور جان کی حفاظت کے ساتھ جلا وطن کر دیا جائے۔ برہمن کے قتل سے بڑھ کر روئے زمین پر کوئی جرم نہیں ہے اس لیے بادشاہ کو اپنے دل میں بھی برہمن کو قتل کرنے کا خیال نہیں کرنا چاہیے۔



پھر اجنلو اسے اپنے ساتھ چھپل میں لے آیا سودا طے کرنے اور اسے بتایا کہ وہ کیا کر رہا ہے، اسے یہودا کی شکل میں نقش کرنا چاہتا ہے۔ وہ لافانی ہو جائے گا۔ اسے چادریں اٹھا اٹھا کے چھت اور ساری دیواریں دکھائیں۔ وہ حیرت زدہ سب کچھ دیکھتا رہا پھر اپنی اس خدمت کے لیے اس نے اچھی خاصی رقم کا مطالبہ کیا جو اجنلو دینے کے لیے تیار ہو گیا۔ اس نے کچھ رقم پیشگی چاہی، اجنلو نے وہ بھی دے دی۔

وہ کچھ روز باقاعدگی سے آتا رہا۔ چھپل میں اجنلو اسے بیٹھک کے لیے بلاتا تھا۔ ایک روز اجنلو کے پرانے اسیکچرز پھرولتے ہوئے اس نے ’بولو گنا‘ کے بچے کے بارے میں پوچھا۔ ”یہ چہ کون ہے؟“

”بولو گنا میں رہتا تھا، بہت سال پہلے کی بات ہے۔ اسے ننھے یسوع کی صورت دی تھی میں نے۔“

”اس کا نام یاد ہے تمہیں؟“

”ہاں، مار سولینی۔“

وہ آدمی مسکرایا۔ اس نے اپنی قمیص کی آستین اٹھائی، بانہ پر کھدا ہوا نام دکھایا، مار سولینی۔ ”میں وہی یسوع ہوں، جسے تم یہودا نقش کر رہے ہو۔“

”رنگ دوسروں سے مل کے اپنا رنگ چھوڑ دیتے ہیں، بدل جاتے ہیں۔ سب مر مر ایسا نہیں کرتا۔“

اور اب وہ رنگوں سے بھی اتنا ہی اُوب گیا تھا، جتنا روم سے۔ چار مہینے گزر چکے تھے۔ چھپل کی نقاشی آخری حصے تک آگئی تھی۔ وہ عیسیٰ کا لاسٹ سپر منتش کرنا چاہتا تھا لیکن ہر بار اس کا تخیل ایک ہی چہرے پر آکر خالی ہو جاتا۔ یہودا، عیسیٰ کا تیر ہواں شاگرد جس نے سونے کے تیس ٹکڑوں کے لیے اپنے پیرومرشد کو رومیوں کے حوالے کر دیا، صلیب پر چڑھوا دیا۔

جو لیس ثانی کی بے تابی بھی بڑھنے لگی تھی۔ اجنلو سارا سارا دن کاغذ کالے کرتا رہتا ہُدا نے ہُدا نے کچ نکال کر انہیں پھرولتا، ان پر کام کرتا، لیکن کسی چہرے سے تسلی نہ ہوتی۔

اور ایک دن اچانک روم کے ایک چھوٹے سے، گندے سے شراب خانے میں اسے یہودا مل گیا۔ ضرورت سے زیادہ چمک دار آنکھیں، عجلتی، پھر تپلا۔ وہ بار بار ادھر ادھر تھوکتا تھا۔ عمر سے پہلے ہی پیشانی چوڑی ہو گئی تھی، بولتا تو الفاظ اتنی تیزی سے نکلتے جیسے جیب پھٹنے پر سارے سٹے گر پڑیں۔ وہ ایک بڑے سٹے کی ریزگاری لینے آیا تھا اجنلو کے پاس، اور اس کی بوتل کا حصہ دار بن بیٹھا۔

اجنلو باہر نکل رہا تھا تو وہ کسی اور سے ایک بڑے سٹے کی ریزگاری مانگ رہا تھا۔